

AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)
ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.aldalili.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

بعد از ہجرت النبی ﷺ اسلامی معاشرے کا قیام قرآن حکیم کی روشنی میں

The establishment of the Islamic society in the light of the Qur'an, after the migration of the Prophet

AUTHORS

1. Fareeda Kakar, Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, Pakistan. Email: faridakakar5@gmail.com
2. Dr. Shabana Qazi, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, Pakistan

How to Cite: Fareeda Kakar, and Dr. Shabana Qazi. 2022. "URDU: بعد از ہجرت النبی ﷺ اسلامی معاشرے کا قیام قرآن حکیم کی روشنی میں : The Establishment of the Islamic Society in the Light of the Qur'an, After the Migration of the Prophet". *Al-Dalili* 3 (2):113-24. https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/54.

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/54
Vol. 3, No.2 || January–June 2022 || URDU-Page. 113-124
Published online: 01-01-2022

QR. Code

بعد از ہجرت النبی ﷺ اسلامی معاشرے کا قیام قرآن حکیم کی روشنی میں

The establishment of the Islamic society in the light of the Qur'an, after the migration of the Prophet

[1]Fareeda Kakar, [2]Shabana Qazi

ABSTRACT:
Whenever a new system has to be implemented, a team is first formed which is not only aware of the details of the new system but also has an unshakable belief in it. In view of this basic principle, the Holy Prophet (P.B.U.H) spent a long time in Mecca preaching Islam. Since the majority in Mecca was non-Muslim, the implementation of the Islamic system of law would have been ineffective. Therefore, the suitable region for this purpose was the land of Madinah. Therefore, after the migration to Madinah, he made Madinah an Islamic state. For this he made many efforts. So in this article it will be stated that how did He establish an Islamic society? How did Medina become an Islamic state?

Key Words: Implementation, Preaching, Region, State, Society.

جب بھی کوئی نیا نظام نافذ کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے پہلے ایک ایسی ٹیم تیار کی جاتی ہے جو نہ صرف اس نئے نظام کی جزئیات سے آگاہ ہو بلکہ اس پر غیر متزلزل یقین بھی رکھتی ہو۔ اسی بنیادی اصول کے پیشِ نظر حضور اکرم ﷺ نے ایک طویل عرصہ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گزارا۔ آپ ﷺ کی انتھک کوششوں کی وجہ سے اچھا خاصا طبقہ مسلمان ہو گیا تھا مگر اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک ایسا خطۂ زمین ہو جہاں کی آبادی مکمل طور پر یا اکثریت اس نظام کو قبول کرنے پر تیار ہو۔ چونکہ مکہ میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی، ایسی حالت میں اسلامی نظام قانون کا نفاذ بے اثر ہو کر رہ جاتا۔ لہٰذا اس سلسلے کے لیے مناسب خطہ مدینہ منورہ کی سرزمین ہی تھی۔

یہ بھی رسول اکرم ﷺ کا سیاسی معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے دشمن قبائل عرب کو ایک سیسہ پلائی ہوئی قوم میں تبدیل کر دیا اور ان کی انگنت سیاسی اکائیوں کی جگہ ایک مرکزی حکومت قائم فرمادی جس کی اطاعت بدوی اور شہری، تمام عرب باشندے کرتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا بلکہ واحد سبب یہ تھا کہ اب "قبیلہ یا خون" کے بجائے "اسلام یا دین" معاشرہ و حکومت کی اساس تھا۔ اسلامی حکومت کی سیاسی آئیڈیالوجی اب اسلام اور صرف اسلام تھا۔ جن کو اس سیاسی نصب العین سے مکمل اتفاق نہیں تھا ان کے لیے بھی بعض اسباب کی وجہ سے اس ریاست کی سیاسی بالادستی تسلیم کرنا ضروری تھا۔ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے جب راہِ ہجرت میں قدم رکھا تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت کثرت سے رہتی تھی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا[1].

ترجمہ: اے اللہ! نئی منزل میں صدق و صفا سے داخل کر اور جہاں سے نکالا ہے وہاں کا نکلنا بھی صدق و صفا پر مبنی ہو، نئی جگہ دین پھیلانے کے لیے غلبہ عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور اسلامی مملکت کے قیام کیلئے رسول اللہ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کی مدنی

زندگی بھرپور مصروفیت کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ انتہائی مشکل اوقات میں بھی آپ ﷺ نے اپنی خداداد بصیرت سے سلامتی کی راہیں نکالیں۔

اسلامی معاشرے کا قیام

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کی حیثیت مکے سے مختلف ہوگئی تھی، کیونکہ مکہ میں مسلمان ایک مختصر اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے جب کہ یہاں انہیں اکثریت حاصل تھی۔ پھر آپ ﷺ نے شہریت کی اسلامی تنظیم کا آغاز کیا جس میں آپ ﷺ کو منتظمِ ریاست کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اس میں شک نہیں کہ مکی زندگی کے مقابلے میں یہ بڑی کامیابی تھی لیکن پر سکون معاشرے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ریاست کے لیے سیکریٹریٹ قائم کر دیا گیا۔ مدینہ میں موجود مختلف قبائل سے تعلقات استوار کیے، جسے رسول اللہ ﷺ نے معاہدات کے ذریعے طے کیا جن میں مواخات مدینہ اور میثاقِ مدینہ شامل ہیں۔

مسجد قباء اور مسجد نبوی کا قیام

ایک پر سکون اور اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے مدینہ جانے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے مساجد کا قیام کیا۔ قرآن میں ان مساجد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمَسْجِد '' اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَال '' يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔[2]

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری مستحق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس مسجد میں ایسے مرد ہیں کہ جو ظاہری اور باطنی مہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کا اس مسجد میں اختلاف ہوگیا جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ ایک شخص نے کہا وہ مسجد قباء ہے۔ دوسرے نے کہا وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔ فقال رسول اللہ ﷺ: "هو مسجدهذا، وہ میری مسجد (مسجد نبوی) ہے۔[3]

اس حدیث میں مسجد نبوی کو تقویٰ والی مسجد کہا ہے لیکن مفسرین کے مطابق اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ اگر ان مساجد کے معمار اور فضیلت کو دیکھا جائے تو یہ دونوں مسجدیں ان الفاظ کے مصداق ہیں کیوں کہ دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہیں، دونوں کی تعمیر آپ ﷺ نے کی ہے۔ فرق صرف اتنا کہ ہے کہ مسجد قباء پہلے تعمیر کی گئی اور مسجد نبوی بعد میں۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت مدینہ کے وقت بحفاظت قباء پہنچ گئے۔ وہاں چند دنوں کے لئے کلثوم بن ہدم کی گھر میں ٹھہرے۔ ان دنوں میں بھی آپؐ نے دین کی اشاعت کا کام کیا، آپؐ کا مقصد یہی تھا کہ پوری دنیا تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں۔ آپؐ نے قباء میں اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہ مسجد کلثوم بن ہدم کی زمین پر قائم کی گئی۔ اس مسجد کا پہلا پتھر نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے قبلہ رخ رکھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ صحابہؓ نے اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی کریم ﷺ خود بھی مسجد کی تعمیر کیلئے کام کرتے رہے۔ اسلام میں سب سے پہلے

یہی مسجد تعمیر کی گئی۔ سیرت حلبیہ میں ایک روایت ہے "کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا حضرت عمار ابن یاسر نے کہا کہ کیوں نہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک ایسی امکان بنا دیا جائے جس میں آپ ﷺ سایہ حاصل کیا کریں اور اسی میں نماز پڑھا کریں چنانچہ انہوں نے پتھر جمع کئے اور مسجد بنادی۔ یعنی جب انہوں پتھر جمع کر لیے تو آنحضرت ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی اور حضرت عمار نے اس کی تعمیر مکمل کی، لہذا حضرت عمار ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمانوں کے لیے مسجد بنائی۔[4]

حضرت سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ: من خرج حتیٰ یاتی ھا المسجد، مسجد قباء ،فصلیٰ فیہ کان لہ عدلُ عمرۃ۔[5]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی (گھر سے) نکلا، حتیٰ کے اس مسجد، یعنی مسجد قباء میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اسے ایک عمرے کے برابر ثواب ملے گا۔

حضور اکرم ﷺ نے قباء جانے کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کا حکم دیا اور خود بھی اس کی تعمیر میں بھرپور شرکت کی۔ مسجد کی دیواریں پتھر اور اینٹوں سے جبکہ چھت درخت کی لکڑیوں سے بنائی گئی تھی۔ مسجد سے ملحق کمرے بھی بنائے گئے تھے جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اہل بیت اور بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے مخصوص تھے۔

مسجد نبوی جس جگہ قائم کی گئی وہ دراصل دو یتیموں کی زمین تھی۔ ورثاء اور سرپرست اسے ہدیہ کرنے پر بضد تھے اور اس بات کو اپنے لیے بڑا اعزاز سمجھتے تھے کہ ان کی زمین شرف قبولیت پا کر مدینہ منورہ کی پہلی مسجد بنانے کے لیے استعمال ہو جائے مگر محمد ﷺ نے بلا معاوضہ وہ زمین قبول نہیں فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے قیمت ادا کی، اور اس جگہ پر مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کا فیصلہ ہوا۔ پتھروں کو گارے کے ساتھ چن دیا گیا۔ کھجور کی ٹہنیاں اور تنے چھت کے لیے استعمال ہوئے اور اس طرح سادگی اور وقار کے ساتھ مسجد کا کام مکمل ہوا۔ مسجد سے متصل ایک چبوترا بنایا گیا جو ایسے افراد کے لیے دار الاقامہ تھا جو دور دراز سے آئے تھے اور مدینہ منورہ میں ان کا اپنا گھر نہ تھا۔[6]

ریاست مدینہ میں مسجد نبوی کی بہت بڑی حیثیت تھی۔ یہ مسجد مسلمانوں کیلئے ایک عبادت گاہ بھی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ایک کمیونٹی سینٹر بھی جس میں تمام مسلمان آکر ایک دوسرے سے ملنے کا موقع حاصل کرتے تھے۔ اور دن میں پانچ دفعہ رسول خدا ﷺ سے ملنے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ جس کو جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا تھا یہی پہ حل ہوتا تھا جس سے دوسرے تمام مسلمانوں کو بھی فائدہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ مسلمانوں کے لئے ایک عدالت اور مدرسہ بھی تھا کیوں کہ رسول پاک ﷺ یہی پہ بیٹھ کے درس دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے احادیث سنتے تھے اور آپ سے دینی مسائل زیر بحث لاتے تھے۔ مسجد نبوی کی فضیلت کے حوالے سے چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

ان میمونۃ زوج النبی ﷺ قالت: من صلی فی مسجد رسول اللہ ﷺ، فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الصلاۃ فیہ افضل من الف صلاۃ فیما سواہُ، الاّ مسجدَ الکعبۃ۔[7]

ترجمہ: نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس (رسول اللہ ﷺ کی) مسجد میں نماز پڑھے تو مسجد نبوی کی نماز دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے، مگر مسجد کعبہ میں نماز (مسجد نبی سے بھی افضل ہے)۔

ایک اور جگہ حضرت ابو ہریرہ آپ ﷺ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لاَ تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الأَقْصَى۔[8]

ترجمہ: کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف ایک میری یہ مسجد یعنی جو مدینہ میں ہے اور مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس)۔

ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن زید سے منقول ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔[9]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کا درمانی فاصلہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔

مواخات مدینہ:

مدینہ آمد کے بعد نبی اکرم ﷺ کی کوشش یہ تھی کہ مدینہ ایک منظم اور ترقی یافتہ معاشرہ اور ریاست بن جائے جہاں سب لوگ سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ اس غرض سے آپؐ نے سب سے پہلے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا۔ مہاجر اور انصار آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ مواخات کے طرزِ عمل نے مسلم معاشرے کو استحکام بخشا اور اسے ہر جارحیت کے خلاف مجتمع ہو کر لڑنے میں مدد دی۔ مدینہ میں مسلمانوں کی عددی اکثریت تھی اور انصار، مدینہ کا ایک مضبوط گروہ تھا۔ ہجرت کے بعد درپیش سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری کا تھا کیونکہ وہ دین کی خاطر اپنا گھر بار اور ساز و سامان، سب کچھ چھوڑ آئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں ایک نہایت اہم قدم اٹھاتے ہوئے انصار و مہاجرین کو اسلام کے رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیا۔ ایک مہاجر کو دوسرے انصار کا بھائی بنا دیا گیا۔

مواخات مدینہ منورہ میں ہجرت کے تقریبا پانچ ماہ بعد انصار و مہاجرین کے مابین کرائی گئی۔ اس مواخات کا آغاز سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہوا۔ سیدنا انس کے گھر پر جو مواخات منعقد ہوئی اس میں ان انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے رسول اللہ ﷺ کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیتے۔ مورخین اور سیرت نگار پنتالیس اور پچاس مہاجرین کا ذکر کرتے ہیں جنہیں اتنے ہی انصار کے ساتھ اس رشتہ میں وابستہ کر دیا گیا، اس طرح تقریبا پچاس مہاجر خاندان پچاس انصار خاندانوں کے ساتھ رشتہ مواخات میں منسلک ہو گئے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پنتالیس یا پچاس مہاجرین اور پنتالیس یا پچاس انصار وہ تھے جن کے درمیان اجتماعی طور پر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں مواخات کرائی گئی گھی۔ بعد میں اکادکا خاندان آتے رہے اور ان کے درمیان بھی یہ عمل کرایا جاتا رہا، اس لیے کہ تاریخ و سیرت کی کتب میں اس سے کہیں زیادہ اسمائے گرامی ملتے ہیں جن کے مابین مواخات کرائی گئی تھی۔ ابن ہشام نے سولہ مہاجرین اور سولہ انصار کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ بلاذری نے انساب الاشراف میں بائیس انصار اور بائیس مہاجرین کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ البتہ وہ بعض مورخین کی اس رائے کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ انصار و مہاجرین میں کوئی بھی ایسا نہیں بچا تھا جو سلسلہ مواخات میں منسلک نہ کر دیا گیا ہو[10]۔ یہ رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ جن مقاصد کے حصول کے لیے مواخات کرائی گئی تھی ان کے لیے سب ہی کا اس میں شریک ہونا ضروری تھا۔ ابن سید الناس نے پنتالیس انصار اور پنتالیس مہاجرین کے ناموں کا احاطہ کیا ہے[11]۔ کچھ ناموں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اگر تمام

ناموں کو اکھٹا کیا جائے تو تقریبا پینسٹھ انصار اور پینسٹھ مہاجرین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ اس طرح کل ایک سو تیس انصار و مہاجرین کے ناموں کو مورخین نے محفوظ کیا ہے جن کے درمیان مواخات کرائی گئی۔ اس حوالے سے علامہ ابن خلدون رقم طراز ہیں:

" آپ ﷺ نے بہ الہام الہیٰ مہاجرین و انصار میں (مواخات) بھائی بندی کرائی اس طرح کہ حضرت جعفر بن ابی طالب (حبشہ میں تھے) و حضرت معاذ بن جبل میں اور حضرت ابو بکر صدیق و خارجہ بن زید میں اور عمر بن خطاب و عثمان بن مالک میں اور ابو عبیدہ بن جراح و حضرت سعد بن معاذ میں اور عبد الرحمن بن عوف و سعد بن الربیع میں اور زبیر بن عوام و سلمہ بن سلامہ بن وقش میں اور طلحہ بن عبید اللہ و کعب بن مالک میں اور عثمان بن عفان و اوس بن ثابت میں اور سعید بن زید و ابی بن کعب میں اور مصعب بن عمیر و ابو ایوب میں اور ابو حذیفہ بن عتبہ و عباد بن بشیر وقش و بد الشہلبی میں اور عمار بن یاسر و حذیفہ بن الیہان عنسی حلیف عبد الاشہل میں (بعض کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن اشماس میں) اور ابو ذر غفاری و منذر بن عمرو ساعدی میں اور حاطب بن ابی بلتعہ (حلیف بنو اسد بن عبد العزیٰ) دعویم بن ساعدہ (بنو عمرو بن عوف) میں سلمان فارسی و ابو الدرداء عمیر بن بلتعہ (بن والحرث بن الخزرج) میں اور بلال ابن عمامہ و ابو رویحہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں رشتہ داریاں قائم کرائیں اور ایک دوسرے کے قرابت دار بنائے گئے۔[12]

انصار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ جو اخلاص اور قربانیاں کی اس کا ذکر قرآن نے بھی چھوڑا ارشاد الہیٰ ہے:

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔[13]

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔

اس آیت میں انصار صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی تعریف کی گئی ہے، کہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں (اور اس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے) اپنے گھروں میں اُنہیں ٹھہراتے اور اپنے مالوں میں نصف کا انہیں شریک کرتے ہیں اور وہ اپنے اَموال اور گھر ایثار کر کے مہاجرین کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی فاقہ اور ضرورت ہو۔ اس آیت میں انصار کی جو خصوصیت بیان کی گئی ہے اس کی مثال حضرت ابو طلحہ کا یہ واقعہ ہے:

ایک دفعہ ایک بھوکا شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنی فاقے کا اظہار کیا آپ نے سب سے کچھ کھانے کا پوچھا مگر ہر طرف سے صرف پانی کا جواب آیا پھر آپ ﷺ نے حاضرین سے کہا کہ کوئی اس شخص کو اپنے گھر لے جائے ان میں سے حضرت ابو طلحہ نے اسے اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں حضرت طلحہ کو بچوں کے کھانے سوا کچھ نہیں ملا مگر ابو طلحہ کے کہنے پر بیوی بچوں کو بہلا کر سلا دیا۔ خاتون نے کھانا تیار کر اور پیش کیا۔ خاتون چراغ کی بتی بڑھانے کے بہانے اٹھیں مگر ابو طلحہ کے تجویز کے مطابق چراغ بجھا دیا۔ اندھیرے میں کھانا شروع کیا۔ میاں بیوی صرف ہاتھ اور منہ چلاتے رہے کھانا کچھ بھی نہیں کھایا۔ اسی طرح اس انصار کی محبت کا ایک اور واقعہ یہ ہے جس کو مختصر بیان کیا جارہا ہے۔ جب ۴ھ میں قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور ان کی جائدادیں رہ گئیں چونکہ یہ علاقہ بغیر جنگ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، حکم الہیٰ کے مطابق اسے رسول للہ ﷺ کا حق قرار دیا۔ مگر آپ ﷺ نے انصار سے رائے لی کہ اس علاقہ کی آراضی انصار اور مہاجرین

دونوں کو دی جائے یا صرف انصار کو۔ اوس اور خزرج کے دونوں سردار سعد بن عبادہ (خزرج) سعد بن معاذ (اوس) کھڑے ہو کر کہا کہ اسے مہاجرین میں تقسیم فرمائیں ہمیں مکانات اور جائدادوں کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں خوشی ہوگی کہ اگر ہماری جائدادوں اور مکانات میں سے اور بھی مہاجرین کو دیں۔ آپ ﷺ ان کے اس ایثار سے بہت خوش ہوئے۔[14]

انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں سے فیاضی اور ایثار کا جو ثبوت دیا، وہ اسلامی و عالمی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آنے والے مہاجر مسلمانوں میں اور انصار میں ہم آہنگی، یکجہتی اور استحکام کا یہ اہم مسئلہ آپ نے اپنی جس سیاسی حکمت عملی سے طے کیا اور مسلم معاشرے کی بنیاد اس مواخات کے اصول پر مضبوط کر دی جو انصار و مہاجرین کے مابین طے کی گئی تھی۔ یہ آپ ﷺ کی حکمت کی سب سے اہم مثال ہے جس سے مسلم معاشرے میں استحکام ہوا۔ بحیثیت حکمران آپ ﷺ کی فکر بے مثال تھی جسے آپ نے ایک نئی فکر کی طرح اس دقتِ نظری اور دور اندیشی کے بعد قائم کیا کہ ارباب دانش کو آپ ﷺ کی اس اصابت فکر کے سامنے سر جھکائے بنا چارہ نہ رہا۔ مدینہ میں قائم ہونے والے اس جدید مستقر کو آپ نے ایسی وحدت میں منسلک کر دیا جو آج تک عرب کے وہم و خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[15]

ترجمہ: بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں میں صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ابو صالح محمد قاسم قادری اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مَربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دُنیوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیز گاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔[16]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور اخوت اسلامی کے رشتہ کی موجودگی میں رنگ و نسل، زبان، قومیت اور علاقوں کی بنیاد پر بننے والے باقی تمام رشتوں کی حیثیت ثانوی بلکہ ختم ہو جاتی ہے۔ اولاً ہم مسلمان ہیں، پھر کسی دوسری پہچان وغیرہ کو اہمیت دی جاسکتی ہے جو مسلمان رشتہ اخوت پر دوسرے عارضی اور ناپائیدار رشتہ کو فوقیت یا اولیت دیتے ہیں وہ قرآن کے اس واضح اور صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ "اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو"۔ آیت کے اس حصہ سے معلوم ہوا کہ دو مسلمانوں، افراد یا دو گروہوں میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے، لیکن ان کے قریب جو تیسرا فرد یا گروہ ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ ان لڑنے یا اختلاف کرنے والوں میں فوراً صلح کرادے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے جو دو بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔ تیسرا حکم ہے کہ "اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ آیت کے اس حصے میں تنبیہ کی گئی کہ اہل ایمان کے درمیان اگر اختلاف ہو جائے تو تمھاری ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان اختلاف کی خلیج کو بڑھاؤ نہیں بلکہ کم کرنے کی کوشش کرو اور صلح کرانے میں کسی بھی فریق کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان سب کے ساتھ برابری اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے۔ اخوت اسلامی، اللہ کی مہربانی ہے: امت مسلمہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں اور جس طرح ایک

بھائی دوسرے بھائی کے کام آتا ہے، اس کے دکھ درد اور سکھ میں کام آتا ہے، اسی طرح تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یکجہتی اور امداد و اعانت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً۔[17]

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی (پیغامِ ہدایت) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کی اس مہربانی (انعام) کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اخوت اسلامی کی اہمیت و افادیت کے حوالے سے متعدد ارشادات فرمائے ہیں تاکہ اسلامی معاشرے میں اخوت اسلامی کی عظمت کو اجاگر کر سکے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے ارشاد رسول پاک ﷺ مروی ہے:

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه، ومن کان في حاجة اخیه کان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة، ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة۔[18]

ترجمہ: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رُسوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مَصائب میں سے کوئی مصیبت دُور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبُّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِه۔[19]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث پاک میں ایمان کی ایک اعلیٰ اخلاقی صفت کو بیان کیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں ایمان کا معیار اور کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو وہ اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کے اندر یہ اشارہ ہے کہ جس طرح کوئی اپنے لئے نقصان اور برائی پسند نہیں کرتا تو اسے چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی کسی نقصان اور برائی کے عمل میں شریک نہ ہو بلکہ جتنا ہو سکے، اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت اور کامیابی و فائدہ کے لئے سوچے اور اس کی مدد کرے۔

حضور سید عالم ﷺ کا یہ بہت بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو "رشتۂ مواخات" کی ایک لڑی میں پرو دیا جب آپ ﷺ اور مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مسلمان بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ نہ ان کے گھر بار تھے اور نہ ہی دوسری ضروریاتِ زندگی کا کوئی انتظام تھا۔ اس موقع پر اللہ کے پیارے رسول حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے انصار اور مہاجرین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان "عقد مواخاۃ" (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا دینی و اسلامی بھائی بنا دیا۔

مواخات مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کو خاصا اطمینان حاصل ہو گیا، کیونکہ جس طرح مدینہ کے منافقین اوس خزرج کے قبائل میں پھوٹ ڈالنے کے لیے تدابیر کر رہے تھے، اسی طرح مدینہ میں منافقوں نے مہاجر و انصار کے مابین اختلاف و منافرت پھیلانے کی مہم بھی شروع

کر رکھی تھی؛ مگر معاہدہ مواخات نے ان کی چالیں ناکام بنادیں۔ ان حالات میں اس معاہدہ مواخات کی حکمت اور سیاست کی اہمیت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کیونکہ مسلمانوں کے درمیان منافق عبداللہ بن ابی کی وجہ سے اختلاف پھیلایا جارہا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی آمد کے وقت بادشاہ بننے والا تھا۔ گویا کہ یہ آپ ﷺ کی فراست و سیاست ہی تھی جس نے منافقین ویہود کی تمام ریشہ دوانیوں کے خلاف مسلمانوں کو سیسہ پلائی دیوار بنادیا۔

میثاق مدینہ

اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے نبی کریم ﷺ کا اگلا اہم قدم میثاق مدینہ کا ہے۔ ہجرت کے وقت مدینہ میں تین قسم کے لوگوں کی اکثریت تھی۔ ایک یہود، دوسرے انصار اور تیسرے مہاجرین۔ یہودیوں کے تین بڑے گروہ تھے۔ بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ یہودی آپؐ کے سخت دشمن تھے کیوں کہ انہیں پتہ تھا کہ آخری نبی نے آنا ہے جب وہ بنو اسماعیل میں سے نازل ہوا تو وہ آپؐ کے ساتھ حسد کرنے لگے۔ آپؐ نے مدینہ کے ان تینوں قسم کے لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ قائم کیا تاکہ مسلمان مدینہ میں آرام سے زندگی بسر کرسکیں۔ مسلمانوں کو تحفظ ملے اور اسلامی ریاست بیرونی خطرات سے بچ سکے۔ ان سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے زخم خوردہ تھے اس لیے یہاں آ کر ہر طرح سے اطمینان کرلینا چاہتے تھے تاکہ یہاں آباد کسی غیر قوم کے اختلافات رکاوٹ نہ بن سکیں۔ بلارکاوٹ تبلیغِ اسلام ہو سکے۔ ان ہی اغراض ومقاصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے ہجرت کے چند ہی ماہ بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی، جس کے مطابق یہودیوں سے سمجھوتا کرلیا۔ یہ حکمرانِ وقت کا ایک فرمان تھا، ساتھ ہی تمام لوگوں کا اقرار نامہ بھی تھا، جس پر ان لوگوں کے دستخط تھے۔ اس میں مسلمان اور مشرکین دونوں شریک تھے۔ یہ معاہدہ ابن ہشام نے ان الفاظ میں نقل کیاہے:

بسم الله الرحمن الرحيم ،هذا كتاب من محمد النبى صلى الله عليه وسلم ،بين المؤمنين و المسلمين من قريش ويثرب، ومن تبعهم، فلحق بهم، وجاهد معهم انهم امة واحدة من دون الناس المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المومنين وبنو عوف علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ۔

وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وبنو الحارث علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وبنو جشم علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف ولقسط بين المومنين وبنوالنجار علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وبنو عمرو بن عوف علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف ولقسط بين المومنين وبنو عمرو بن عوف علىٰ ربعتهم يتعاقلون معا قلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وبنو النبيت علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وبنوالاوس علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولىٰ وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين وان المومنين لايتركون مفرحاً بينهم ان يعطوه بالمعروف فى فداء او عقل۔[20]

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے گردونواح کے قبائل کو بھی اس معاہدے میں

شامل کرنا چاہا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ودان تک کا سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد عوف کو اس معاہدہ میں شریک کیا۔ اس عہد نامہ پر عمر بن مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے رضوی کی طرف جا کر "کوہ بواط" کو لوگوں کو بھی معاہدہ شریک کیا۔ اسی طرح اگلے مہینے "ذی العشیرہ" تشریف لے کے بنو مدلج سے معاہدہ طے کر کے مدینہ تشریف لائے۔[21]

ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ اس معاہدہ میں آپؐ نے مختلف باتوں کا ذکر فرمایا یعنی مسلمان اور یہود حالت جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے، سب مدینہ کی حفاظت کریں گے، جنگی اخراجات سب مل کر برداشت کریں گے، ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہیں کریں گے، یہود اپنے مذہب میں آزاد ہوں گے، اور مسلمان اپنے دین کے پابند ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔[22]

یہ پہلا تحریری معاہدہ تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے پر کاربند رہتے ہوئے آزادی کا حق حاصل ہوا۔ یہودیوں کی مدینہ کی سیاست اور قیادت کا خاتمہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ہونے لگا۔ یہودیوں کے آنحضرت ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرنے سے مسلمانوں کی سیاست پر بڑا اہم اثر پڑا۔ اور یہ پہلا تحریری بین الاقوامی منشور ہے جس میں ایک غیر قوم نے آنحضرت ﷺ کی قیادت کو قبول کیا لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد ان کی جانب سے عہد شکنی ہوئی۔ ان حالات میں بھی آپ نے دوستانہ تعلقات قائم رکھے لیکن جب ان کی جانب سے کھلی بغاوت ہونے لگی تو آپ ﷺ وسلم نے جوابی قدم اٹھایا۔

میثاق مدینہ کے ذریعے حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ تحریری دستور کا تصور دیا بلکہ وہ مذہب جس کی تبلیغ آپ مکہ میں فرما رہے تھے مدینہ آتے ہی آپ نے اس کی سیاسی حیثیت کو اس نئے شہر کے مختلف المذاہب کے ماننے والوں سے منوالیا۔ اس دستور کے ذریعے سے آپ نے اہل ایمان اور مقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا باقاعدہ تعین فرمایا۔ میثاق مدینہ کے تحت وجود میں آنے والی ریاست مدینہ میں مہاجرین، انصار اور مدینہ کے غیر مسلموں اور ان کے متبعین پر مشتمل کئی ریاستی اکائیاں شامل تھیں۔ ان کے باہمی اشتراک سے وجود میں آنے والی ریاست میں حضور اکرم کو سربراہ تسلیم کر لیا گیا۔

یہ آپ ﷺ کا سیاسی تدبر ہی تھا جس سے مدینہ کو حفاظت وسکون کے حالات میسر آئے جس سے ایک طرف آنحضرت ﷺ کچھ عرصے تک ان کی مخالفت کے خطرے سے نجات حاصل کر کے اسلام کی ترقی واشاعت میں مصروف ہوئے تو دوسری طرف اندرونی معاملات اور مذہبی آزادی برقرار رہنے سے یہودی متاثر ہوئے اور ان کی ساری غلط فہمیاں اور خدشات دور ہو گئے اور ایک مرکزی نظام قائم ہو گیا۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو حکمران تسلیم کر لیا۔ یہ اس معاہدے کی سب سے اہم دفعہ اور آنحضرت ﷺ کی عظیم فتح تھی۔

اس معاہدے سے نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی شہری ریاست کو ایک مستحکم نظام عطا کیا اور اس کے لیے خارجی خطرات سے نمٹنے کی بنیاد قائم کی۔ اس دستاویز نے نبی کریم ﷺ کو ایک منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا اور یہ آپ ﷺ کی زبردست کامیابی تھی۔ دستاویز میں ایک بار لفظ "دین" بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت، دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اسے پیش نظر رکھے بغیر مذہبِ اسلام اور سیاستِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔

یہ معاہدہ اسلامی ریاست کی بنیاد تھا، یہاں سے حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی نے نیا رخ اختیار کیا۔ اب تک آپ ﷺ کے تدبر و

فراست کے تمام پہلو ایک ایسے مرکز کے قیام کے لیے تھے جہاں سے دعوتِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ موئثر طریقے سے کی جاسکے۔ گویا آپ ﷺ کی سابقہ کوششیں ایک مدبر کی تھیں؛ لیکن اب آپ ﷺ منتظمِ ریاست کے طور پر سامنے آئے- اور مدینہ میں باقاعدہ اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

خلاصہ

ہر نبی کو اللہ پاک نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اسی حضرت محمد ﷺ بھی بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کا کام اور منصب تبلیغ دینا تھا جس کے لیے آپ ﷺ نے اپنا وطن بھی چھوڑ دیا کیونکہ دین اسلام کے پھیلانے کے لیے ایک پر امن معاشرے کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کیا۔ مدینہ جا کر سب سے پہلے ایسے اقدام کیے جس سے ایک پر امن اور اسلامی معاشرہ کا قیام ہو سکے۔ اس کے لیے آپ نے مساجد کی تعمیر کی، انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے سب سے ضروری قدم یہ تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو اپنے اعتماد میں لے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لیے مہاجرین، انصار اور یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کے سربراہ حضرت محمد ﷺ کو منتخب کیا۔ اس طرح نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ کفار نے بھی آپ کی سربراہی کو قبول کیا۔ آہستہ آہستہ مدینہ ایک اسلامی معاشرہ بن گیا۔ بعد میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر اسلام کی حکمرانی قائم ہو گئی۔

حوالہ جات

---

[1] بنی اسرائیل 80:17

[2] التوبہ 108:9

[3] نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدا الرحمن، امام، السنن نسائی، کتاب المساجد، باب ذکر المسجد الذی اسس علی التقویٰ، ح698

[4] حلبی، ابن برہان الدین، علامہ، سیرت حلبیہ اردو، کراچی، دارالاشاعت، 2009ء، ج2، ص146

[5] نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن، امام، السنن نسائی، کتاب المساجد، باب فضل مسجد قباء والصلاۃ فیہ، ح700

[6] نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ﷺ، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2002ء، ج1، ص186

[7] نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدا الرحمن، امام، السنن نسائی، کتاب لمساجد، باب فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام، ح692

[8] نیشاپوری، مسلم بن الحجاج، امام، الجامع الصحیح مسلم، کتاب الحج، باب لا تشدُ الرحالُ الی ثلاثۃ، ح3384

[9] نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدا الرحمن، امام، السنن نسائی، کتاب المساجد، باب فضل مسجد النبی ﷺ واصلاۃ فیہ، ح696

[10] البلاذری، احمد بن یحی، انساب الاشراف (تحقیق محمد حمیداللہ) مصر، دار المعارف، 1959ء، ج1، ص271-270

[11] ابن سید الناس، محمد بن محمد بن محمد بن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر، بیروت، دار المعرفہ، ج1، ص202-200

[12] ابن خلدون، علامہ عبدا لرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الفکر، 2000ء، ج1، ص63-64

[13] الحشر 59: 9

[14] محمد میاں صاحب، مولانا، حضرت، سیرۃ مبارکہ، ص463-461

[15] الحجرات10 :49

[16] قادری، ابوصالح محمد قاسم، مفتی، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، کراچی، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، 2018ء، ج9، ص422

[17] آل عمران 103:3

[18] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم، ح2442

[19] الدارمی، ابو محمد عبدالله بن عبدالرحمن، سنن الدارمی، ریاض، دار المغنی، ج1، ح2782

[20] ابن ہشام، محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، بیروت، دار ابن حزم، طبع ثانی، 2009ء، ص232-233

[21] منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، فیصل آباد، مرکز الحرمین اسلامی، 2007ء، ج1، ص121

[22] مبارکپوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، لاہور، مکتبہ سلفیہ، 2002ء، ص263